تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب : اقبال اور قادیانیت، تحقیق کے نئے زاویے

مصنف : بشیر احمد، ایم-اے

ناشر : مجلس علم و دانش پوسٹ بکس نمبر ۶۳۹، راولپنڈی

سال اشاعت : ۲۰۰۶ء

صفحات : ۲۸۳

قیمت : ۲۰۰ روپے

تبصرہ نگار : ڈاکٹر خالد علوی*

زیرِ نظر کتاب کا دیباچہ شکیل عثمانی صاحب نے لکھا ہے جس میں اقبال اور قادیانیت کے موضوع پر بہت اہم معلومات مہیا کی ہیں۔ اسی طرح حواشی میں بھی تحقیقی نکات پیش کیے ہیں۔ یہ کتاب اقبال اور قادیانیت کے سلسلے میں بیش قیمت دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ فہرست مضامین پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوگا کہ موضوع کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

''خاندان اقبال اور قادیانیت'' سے آغاز کیا گیا ہے، جس میں علامہ اقبال کے والد اور بھائی کا تذکرہ ہے اور علامہ اقبال پر احمدی ہونے کے الزام کا جائزہ ہے۔ دوسرے باب میں قادیانیت کے متعلق علامہ اقبال کی ابتدائی تحریر کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ علامہ اقبال پر انگریز نوازی کا الزام، علامہ اقبال کے حکیم نورالدین اور جماعت احمدیہ لاہور سے تعلقات پر تیسرے اور چوتھے باب میں بحث کی گئی ہے۔ پانچویں باب میں علامہ اقبال کی عملی سیاست پر گفتگو کی گئی ہے۔ چھٹے اور ساتویں باب میں ۱۹۳۵ء میں قادیانیت کے خلاف علامہ اقبال کے مضامین کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ آٹھویں باب کا عنوان قادیانیت کے حقیقی خد و خال ہے، اس میں علامہ اقبال کے بیان کے اہم نکات کی وضاحت اور مسلم پریس اور قادیانی ردعمل کو بیان کیا گیا ہے۔ نویں باب میں علامہ اقبال کے بیان پر قادیانی جرائد کے تبصرے اور پنڈت نہرو کے خطوط کا تذکرہ ہے۔ علامہ اقبال کے آخری دو سال دسویں باب کا عنوان ہے۔ گیارہویں باب میں سر ظفراللہ کی آئینی سکیم پر بحث کی گئی ہے اور بارہویں باب کا عنوان قادیانی سٹیٹ کا خواب ہے۔

☆ ڈین، فیکلٹی آف آرٹس اینڈ ہیومنیٹیز، وومن انسٹی ٹیوٹ آف سائنسز اینڈ ہیومنیٹیز، اسلام آباد

اس کتاب کو پڑھنے سے قاری کے ذہن کی بہت سی الجھنیں دور ہوں گی۔ جو لوگ قادیانی جماعت اور اس کی تبلیغی سرگرمیوں سے شناسائی رکھتے ہیں، انہیں علم ہے کہ الجھاؤ پیدا کرنا قادیانی جماعت کی بنیادی حکمت عملی ہے۔ اس کی جملہ تشہیری مہم اور تمام تبلیغی سرگرمیاں اسی حکمت عملی پر مبنی ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی، عام مسلمانوں کے ساتھ تعلقات، مسلمانوں کے فرقہ وارانہ اختلافات اور صوفیانہ نظریات کے بارے میں قادیانی طرزِ عمل اسی الجھاؤ کے اصول پر مبنی ہے۔ مثلاً مجھے عہد طالب علمی کے کئی ساتھیوں نے بتایا کہ ان کی تبلیغی سرگرمیوں کی ایک اہم تدبیر یہ رہی ہے کہ وہ مخاطب کو کہتے ہیں کہ آپ اللہ سے یہ دعا کر کے سوئیں کہ مجھے جماعت احمدیہ کے بارے میں حق کا راستہ دکھا۔ اس تدبیر کا پہلا نفسیاتی اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص جو مسلمان ہے اور حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی سمجھتا ہے، تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے اور مرزا صاحب کی صداقت کے بارے میں سوچنے لگتا ہے۔ اگر اللہ کی توفیق شامل نہ ہو تو شیطان اسے ورغلا سکتا ہے۔

الجھاؤ کی اس پالیسی میں بعض جلیل القدر اسلامی شخصیتوں کے بیانات، دعاوی اور تعبیرات کی من مانی تاویلات ہیں۔ علامہ اقبال کے بارے میں بھی اسی حکمت عملی کو اپنایا گیا۔ ہمارے ہاں کا عام پڑھا لکھا فرد اتنی گہری سوجھ بوجھ نہیں رکھتا کہ وہ تضادات کی تاویلات اور الجھاؤ کی تعبیرات کو سمجھ سکے، اس لیے وہ آسانی سے شکار ہو سکتا ہے۔

جناب بشیر احمد صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے مسالہ جمع کیا ہے اور حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔ بظاہر مختصر مگر محققانہ اسلوب کی اس جامع کتاب نے موضوع کی ایک جامع اور مبرہن تصویر پیش کی ہے۔ برصغیر کے علماء نے بالعموم اور مجلس احرار کے مبلغین نے بالخصوص قادیانیت کے مذہبی تشخص کے بارے میں مسلمان رائے عامہ کو بیدار رکھنے کا اہم فریضہ انجام دیا لیکن قادیانیت کی تہذیبی زہرناکی اور برصغیر کے مسلمانوں کے لیے سیاسی خطرناکی کے جن پہلوؤں کو اقبال نے مبرہن کیا وہ بے مثال ہے۔ احراری مبلغین قادیانیت کو انگریز کا خود کاشتہ پودا اور تاج و تخت ختم نبوت کا غدار ثابت کرتے رہے اور اسے مسلمانوں سے الگ امت قرار دینے کا مطالبہ کرتے رہے لیکن قادیانی ہمیشہ اسے فرقہ وارانہ تعصب کے حوالے سے پیش کرتے رہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے مضامین کے جواب میں علامہ اقبال نے جو مضامین لکھے اور Islam and Ahmadism کے نام الگ بھی چھپ گئے، وہ تہذیبی تجزیے اور تمدنی تحلیل کے لحاظ سے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ الیاس برنی سے لے کر ابوالحسن علی ندوی تک جتنے لوگوں نے قادیانیت پر لکھا ہے اس میں مذہبی تجزیہ و جوابی

استدلال کا پہلو غالب ہے۔ علامہ اقبال نے پہلی مرتبہ مرزا صاحب کی شخصی نفسیاتی تحلیل کے ساتھ جماعت کے تہذیبی مقام اور مسلم ملت کے لیے اس کے سیاسی و تمدنی اثرات کا جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ ایسا بیان تھا جس نے قادیانیت کی بنیادیں ہلا دیں۔ اس بیان کے بعد قادیانیوں اور ان کے ہمدردوں نے اقبال کے خلاف محاذ کھولا اور اس کے اثرات ان کے بیانات، تحریرات اور اظہارات و استفسارات میں دیکھے جا سکتے، جو وطن عزیز کی سیکولر لابی اور اس کے معاونین دانشور و مقتدر طبقات کی طرف سے شائع ہوتے رہتے ہیں۔

کتاب کا آٹھواں باب اس بیان کے تجزیہ پر مبنی ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ختم نبوت، سکھوں کی علیحدہ حیثیت اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے پر توضیحی نوٹ اور حواشی خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ کتاب میں علامہ اقبال کے والد شیخ نور محمد کے قادیانی ہونے کے بارے میں تحقیق پر مبنی معلومات دی گئی ہیں۔ اسی طرح یہ امر واقعہ ہے کہ علامہ اقبال ایک وقت میں قادیانی جماعت کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے اور اس سے دین اسلام کے لیے خیرخواہی کی توقعات رکھتے تھے۔ اس بات کو قادیانیوں نے ہمیشہ اپنے حق میں استعمال کیا۔ کتاب میں علامہ اقبال کے خیالات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ ۱۹۱۰ء میں علامہ اقبال نے علی گڑھ یونیورسٹی کے سٹریچی ہال میں انگریزی میں ایک فکر انگیز مقالہ پیش کیا جس کا عنوان تھا: The Muslim Community-A Sociological Study اس میں قادیانی جماعت کو اسلامی سیرت کا نمونہ قرار دیا گیا لیکن بعد میں علامہ اقبال کے اپنے خیالات میں تبدیلی آئی، انہوں نے کہا:

> ”مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس نہ وہ تقریر اصل انگریزی میں محفوظ ہے اور نہ ہی اس کا اُردو ترجمہ جو مولانا ظفرعلی خان نے کیا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے ۱۹۱۱ء یا اس سے قبل یہ تقریر کی تھی۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ربع صدی پیشتر مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی اُمید تھی...... لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی۔ اچھی طرح ظاہر ہونے کے لیے اسے برسوں چاہئیں۔ میں ذاتی طور پر اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا جب ایک نئی نبوت، بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا گیا تھا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی، جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر میرے موجودہ رویہ میں تناقض ہے تو یہ بھی ایک زندہ سوچنے والے انسان

کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل لے۔ بقول ایمرسن صرف پتھر اپنے آپ کو نہیں جھٹلا سکتے۔ (حرفِ اقبال، ص: ۱۱۲)''۔

جناب بشیر احمد صاحب اس اقتباس کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:''یہ تو قادیانی اعتراض کا ایک جواب تھا۔ دوسرے علامہ اقبال اپنے پرانے کاغذات دیکھ رہے تھے تو ان کو علی گڑھ والی تقریر کا مسودہ مل گیا۔ اس پر انہوں نے ایک شذرہ لکھا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''یہ خطبہ ۱۹۱۱ء میں علی گڑھ میں دیا گیا تھا۔ اس خطبے میں قادیانیوں کے متعلق تبصرہ ۱۹۱۱ء سے اس تحریک کے حقیقی عزائم کی پردہ دری کی روشنی میں نظرثانی کا محتاج ہے۔ قادیانی ابھی تک اپنے ظاہر میں تو مسلمانوں ہی کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ دراصل وہ ظاہرداری کے معاملات میں بڑے باریک بین ہیں اور جزئیات کا خیال رکھنے والے ہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اس تحریک کی روح، جیسا کہ بارہا اس کا اظہار ہوا، اسلام کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ قادیانی بظاہر تو مسلمان نظر آتے ہیں اور ایسا نظر آنے کے لیے بے چین بھی رہتے ہیں لیکن اندر سے ان کی ذہنیت کلی طور پر مجوسی ہے۔ غالب امکان یہ ہے کہ انجام کار یہ تحریک بہائیت میں اختتام پذیر ہو جائے گی، جہاں یہ اصلاً اثر پذیر ہوتے ہوئے نمودار ہوئی تھی۔ (محمد اقبال اکتوبر ۱۹۳۵ء، صفحہ ۷۵)''

جناب بشیر احمد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سے ثابت ہوا کہ علامہ اقبال نے ۲۴ سال بعد ۱۹۳۵ء اپنے رائے کی خود تصحیح کر دی، اس لیے اس عبارت کو پیش کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ دوسرے اس کی ذمہ داری حکیم نورالدین اور احمدیہ جماعت پر عائد ہوتی ہے۔ جنہوں نے اپنے مسلک اور عقائد کی شدت کو کم کر کے مسلمانوں سے صلح اور تعاون کی پالیسی پر عمل کیا۔ اگر اس وقت احمدیہ جماعت کا وہ مسلک ہوتا جو ۱۹۱۴ء کے بعد قادیانی جماعت اور اس کے سربراہ مرزا محمود نے اختیار کیا اور ان کی مرزا صاحب کی نبوت، تکفیر مسلمین اور دیگر مسائل پر اختیار کی گئی پالیسی میں کوئی نرمی اور لچک نہ رہتی تو پھر علامہ اقبال کی یہ رائے قابل اعتراض ہوسکتی تھی کہ وہ ایسی اسلام دشمن جماعت کے لیے ایسے الفاظ کیوں استعمال کر رہے ہیں''؟ (صفحہ ۷۵)

جناب بشیر احمد صاحب علامہ اقبال کے نقطۂ نظر کو جماعت احمدیہ لاہور کے اختر حسین گیلانی کے حوالے سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علامہ اقبال کا یہ یقین اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ جب مرزا محمود احمد صاحب نے ۱۹۱۴ء میں اپنی خلافت کے ساتھ مسیح موعود کی نبوت اور مسلمانوں کی تکفیر کا اعلان کیا تو علامہ اقبال نے بیان بھی نہایت محفوظ الفاظ میں دیا کہ: ''جو شخص نبی کریمؐ کے بعد کسی ایسی نبی کے آنے کا قائل ہو جس کا انکار مستلزم کفر ہے تو وہ خارج از اسلام ہے۔ اگر قادیانی جماعت کا بھی یہ عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے''۔ (صفحہ ۷۸)

مصنف نے اقبال کے حوالے سے مستند معلومات جمع کی ہیں اور ان پر ہونے والے اعتراضات کا تجزیہ بھی کیا ہے۔ اقبال کی انگریز نوازی، ایگزیکٹو کونسل کی رکنیت کی آرزو اور سرظفراللہ کے رکن بن جانے کی مایوسی وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ہر بیان کو حوالے سے مصدقہ ثابت کرنے کی روش پوری کتاب میں جاری ہے اور کوئی بات بغیر حوالے کے نہیں کہی گئی۔ اسی اسلوب تحقیق نے کتاب کو مستند اور قابل اعتماد ماخذ کا درجہ عطا کیا ہے۔

اس کتاب میں پنڈت جواہر لال نہرو کے خطوط کو ان کی اصلی زبان میں درج کر دیا گیا ہے۔ قاری ان کو پڑھ کر اپنی رائے قائم کر سکتا ہے۔

کتاب کا سب سے دلچسپ اور معلومات افزا حصہ وہ ہے جس میں سر ظفراللہ کی آئینی سکیم اور قادیانی سٹیٹ کی آرزو کا تذکرہ ہے۔ تحریک پاکستان، قیام پاکستان اور استحکام پاکستان کے سلسلے میں یہ معلومات بے حد مفید ہیں۔ استحکام پاکستان میں دلچسپی رکھنے والے بالعموم اور ہماری نئی نسلیں بالخصوص ان حقائق سے باخبر رہیں تو اچھا ہے۔ ۲۸۳ صفحات کی یہ کتاب تحقیق و جستجو اور ترتیب و تدوین کا شاندار نمونہ ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کتاب اس امر کی مستحق ہے کہ اسے ہر لائبریری کا حصہ بنایا جائے اور ہر پڑھے لکھے پاکستانی کے زیر مطالعہ ہو۔

منتخب کتابیات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے کتنی محنت سے معلومات اکٹھی کی ہیں۔ کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دوسرے خلیفہ کا نام مرزا محمود احمد لکھا گیا ہے اور ایک آدھ جگہ پر بشیرالدین محمود۔ اس سے کنفیوژن پیدا ہوتی ہے۔ مناسب ہوتا کہ مستند نام کو واضح کیا جاتا لیکن یہ ایک معمولی سی بات ہے جس کا کتاب کی نفاست اور اس کی استنادی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہم جناب مصنف اور ان کے رفیق محترم شکیل عثمانی کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ اُن کی محنت شاقہ کے نتیجہ میں قادیانیت سے متعلق معلومات اور بالخصوص علامہ اقبالؒ کی قادیانیت سے متعلق آراء یک جا ہو گئی ہیں۔